سماجی رشتوں میں فرقہ واریت کی دراڑیں، آج بھی موجود!

گیلپ پاکستان کی اگست 2024 کی ایک رپورٹ کے مطابق،59 فیصد پاکستانی مخالف فرقہ میں شادی کرنا مشکل قرار دیتے ہیں۔پاکستانی سماج میں مذہب کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہاں جب بھی مسائل کے حل کی بات کی جاتی ہے تو مذہبی تناظر کو الگ حیثیت دے کر مسائل کے حل کی طرف بڑھنا مشکل ٹھہرتا ہے۔تاہم یہ الگ معاملہ ہے کہ بطور پاکستانی ایک دوسرے کو اپنی اپنی نظریاتی اساس کے ساتھ قبول کرنا اور مشترکہ مفادات پر قوم کو متحد کرنا اس عہد کا اولین تقاضا ہے۔عین فطری ہے کہ بیک وقت ہم مخصوص نظریاتی اساس کے ساتھ بھی جڑے رہیں اور ملکی مفادات اور انسانیت کی بنیاد پر مکمل سماج کی سیاسی، معاشی ترقی اور تہذیبی اقدار کے لیے بھی کوششیں کرتے رہیں۔

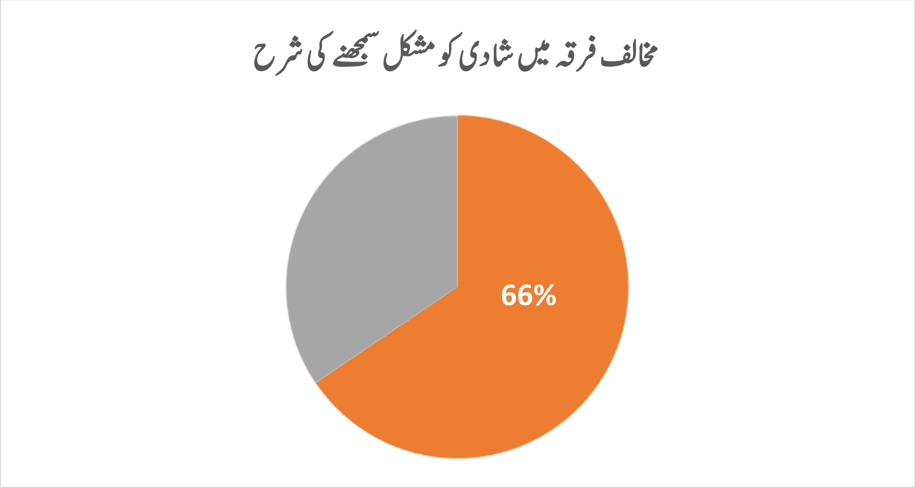

گیلپ پاکستان کی رپورٹ سے عیاں ہوتی مذہبی حساسیت!

مخالف فرقہ کے اندر رشتہ داریاں، پاکستانی سماج میں برصغیر کی تقسیم سے چلی آرہی ہیں،اِن میں حساسیت ،سیاسی مقاصد کے حصول کے دوران ضرور پیدا ہوئی ہے۔بہ صورت دیگر شیعہ سنی خاندانوں کے مشترکہ کاروبار بھی رہے اور رشتہ داریاں بھی،اس وقت بھی ہیں۔لیکن مخالف مذہب کے پیروکار کے ہاں شادی کے تعلق کی گنجائش کبھی بھی زیادہ نہیں رہی،گیلپ پاکستان کی رپورٹ میں اس سوال کے جواب میں کہ مختلف مذہب کے شخص سے

شادی کرنا کتنا مشکل ہے ؟72 فیصد پاکستانیوں نے اس کو مشکل قرار دیا۔ جبکہ مردوں کی نسبت خواتین کی 15 فیصد زیادہ شرح،اس کو مشکل قرار دیتی ہے۔اگر نوجوان نسل کے اعداد وشمار پر نظر ڈالیں تو30 سے کم عمر کے نوجوانوں کی 77 فیصد تعداد، مخالف مذہب میں شادی کو مشکل قرار دیتی ہے۔

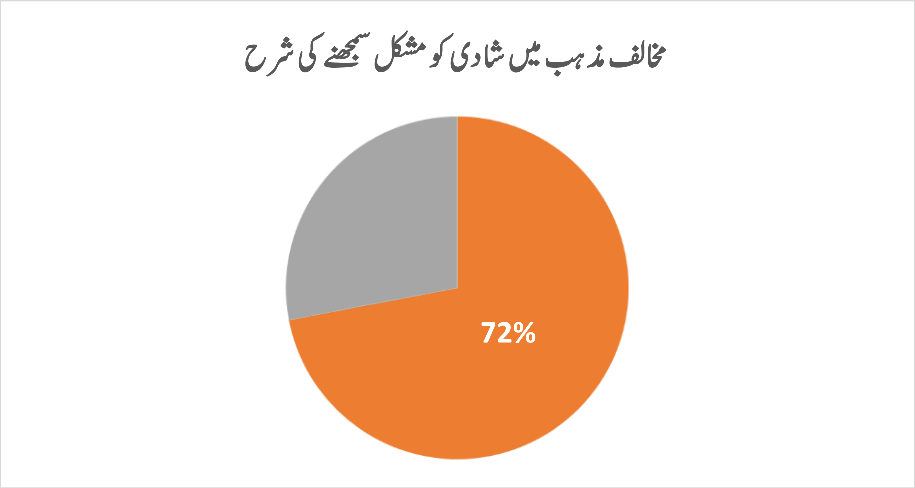

سماجی رشتوں میں مسلکی اُبھار، مخالف فرقہ میں شادی کرنا کتنا مشکل کتنا آسان؟

گیلپ کی اگست 2024 کی ایک رپورٹ میں مخالف فرقہ میں شادی کے عمل کی قبولیت کو بھی جانچا گیا ہے،رپورٹ کا یہ حصہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے،اس حصہ سے واضح ہوتا ہے کہ ایک ہی سماج میں رہنے والے لوگ ،اپنے مسلکی نظریات کو کس حد تک جگہ دیتے ہیں اور بدلتے سماجی حالات میں اپنے آپ کو کہاں رکھتے ہیں۔؟اور کیسے ان کے مسلکی نظریات پر سیاسی مقاصد کا تڑکا لگا کر،اُن میں شدت پیدا کی جاتی ہے۔

کسی بھی مخالف مذہبی مسلک کے حامل خاندانوں میں شادی کرنا کتنا مشکل اور کتنا آسان ہے؟گیلپ پاکستان کی رپورٹ کے مطابق،14 فیصد بہت زیادہ آسان،جبکہ 15 فیصد کسی حد تک آسان سمجھتے ہیں۔یوں یہ مجموعی شرح 29 فیصد بنتی ہے۔جبکہ اس عمل کو بہت زیادہ مشکل قرار دینے والوں کی شرح 40 فیصد اور کسی حد تک مشکل سمجھنے والوں کی شرح 19 فیصد ہے،یوں یہ مجموعی شرح 59 فیصد جا بنتی ہے۔

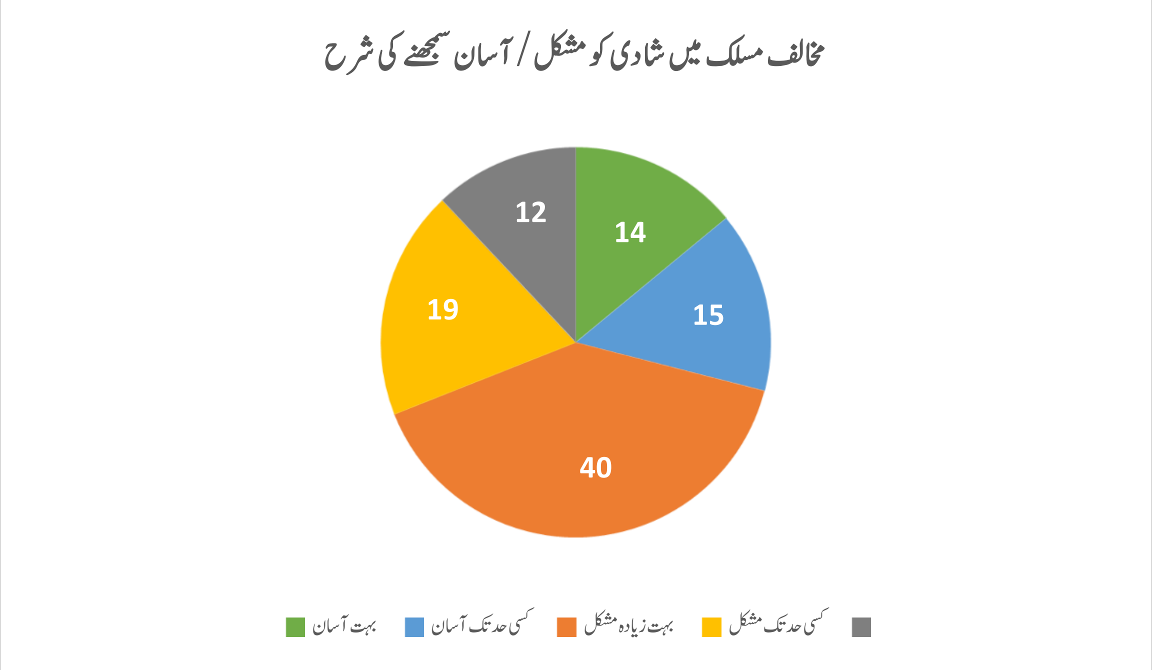

ہر معاشرے میں ایک جیسے لوگ نہیں رہتے، چاہے، وہ معاشرہ نظریاتی بنیادوں پر ہی کیوں نہ بنایا گیا ہو۔ نہ ہی یہ لوگ نظریاتی سطح پر ایک جیسے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی رنگ و نسل کے اعتبار سے اور نہ ہی سوچوں اور رویوں کے لحاظ سے۔ گیلپ پاکستان کی رپورٹ میں مخالف فرقہ میں شادی کو 29 فیصد لوگ آسان بھی سمجھتے ہیں۔ چونکہ ہمارے سامنے اس وقت ماضی کی کوئی ایسی رپورٹ نہیں، جس کا موجودہ رپورٹ سے موازنہ یا تقابل کیا جائے، مگر ہم ماضی میں فرقہ پرستی کی شدت کو دیکھیں تو یہ تعداد بھی حوصلہ افزا لگتی ہے۔

اس رپورٹ کا جنسی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو 54 فیصد مردوں کی نسبت 63 فیصد خواتین مخالفت مسلک میں شادی کے عمل کو مشکل قرار دیتی ہیں۔ یعنی اس عمل کو مشکل قرار دینے والوں میں خواتین مردوں کی نسبت زیادہ ہیں۔ عمومی طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکوں کی شادی پر خاندان کے فیصلہ ساز کمپرومائز کر لیتے ہیں۔ یعنی ماں باپ بیٹے کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ مگر لڑکی کے معاملہ میں ُخاندانی اقدار ُکا معاملہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رپورٹ میں بھی واضح ہوتا ہے کہ خواتین مخالف مسلک میں شادی کا عمل زیادہ مشکل اور پیچیدہ ہے۔

اگر علاقہ جاتی سطح پر اس رپورٹ کا مطالعہ کریں تو معلوم پڑتا ہے کہ بہت زیادہ آسان اور کسی حد تک آسان سمجھنے والوں میں 26 فیصد دیہی باشندے اور 33 فیصد شہری باشندے ہیں۔ یہ فرق زیادہ نہیں، مگر دیہی اور شہری ثقافت کے مابین رجحانات کا امتیاز ضرور سامنے آتا ہے۔ اسی طرح اگر دیہی و شہری ثقافت کے اندر کسی حد تک مشکل اور بہت زیادہ مشکل پہلو کو دیکھا جائے تو کسی حد تک مشکل سمجھنے والوں میں 18 فیصد دیہی اور 20 فیصد شہری ہیں۔ جبکہ بہت زیادہ مشکل قرار دینے والوں میں شہری اور دیہی ثقافت میں محض 1 فیصد کا فرق ہے، جو بالترتیب 40 اور 39 فیصد بنتا ہے۔

مخالف فرقہ کے ہاں شادی کے عمل کا جائزہ اگر عمر کے لحاظ سے دیکھا جائے کہ مختلف نسلیں اس کو کتنا مشکل سمجھتی ہیں تو صورت حال کچھ یوں سامنے آتی ہے۔

30 سال سے کم عمر کے نوجوانوں کی 48 فیصد شرح، مخالف فرقہ کے ہاں شادی کے عمل کو مشکل قرار دیتی ہے۔ 30 سال سے 50 سال کے لوگوں کی 65 فیصد شرح جبکہ 50 سال سے زائد العمر کے لوگوں کی یہ شرح 54 فیصد بنتی ہے۔

سماجی زندگی کی عمارت میں اختلاف اور تنوع کی بنیادیں

یہ بات سمجھنے کی ہے کہ انسانی زندگی کے ہر شعبے میں اختلاف پایا جاتا ہے جو کہ انسانی فطرت کا خاصا بھی ہے کیونکہ انسان متضاد مادوں کا مرکب ہے، جس کے باعث اسی کی طبیعت میں فطری انتشار ہے۔ اس لیے اختلاف کوئی انہونی بات نہیں۔

پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات پھیلتے رہے ہیں، نوے کی دہائی میں فرقہ ورارانہ نفرت کی شدت بہت واضح محسوس کی جاتی رہی۔ اُس دور کی نفرت کے اثرات اگلی دہائیوں پر بھی مرتسم ہوئے۔ ہمارے ہاں دیکھا گیا کہ جب یہ

نفرت اپنے عروج پر تھی تو مخالف فرقہ میں پہلے سے رشتے توڑے بھی گئے۔ جن بچیوں کی شادیاں شیعہ گھرانوں میں ہوئیں تھی، اُن کو طلاقیں بھی دلوائیں گی۔ ایسی رپورٹس میڈیا پر موجود ہیں۔

اُس وقت نفرت کی شدت میں شاید ہم یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ کثیر الجہت معاشروں کا حسن اس کے تمدنی' نظریاتی' مذہبی اور لسانی تنوعات و اختلافات پر منحصر ہوتا ہے اور خرابی اس وقت جنم لیتی ہے جب اس تنوع و اختلاف کو نزاع کا موجب ٹھہرا کر لوگ آپس میں دست و گریبان ہو جاتے ہیں۔ یہی نزاع معاشرتی عدم توازن کا نقطہ آغاز ہوتا ہے جو بتدریج زوال پر جا کر ٹھہرتا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد جو المیہ پیش آیا، وہ یہ کہ ملک نظریاتی اختلافات کا اکھاڑہ بن گیا، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ایک قوم کی حیثیت سے ہم مختلف اور کثیر الجہت نظریات کے متوالے مشترکہ اور متفقہ نظریات کی بنیاد پر جمع ہو کر مملکت خداداد کے امین اور محافظ بنتے۔ اس کے برعکس اپنی اپنی نظریاتی چوکیاں سنبھال لی گئیں۔ نظریاتی تنوع کو قدرت کا قانون سمجھ کر قبول نہیں کیا بلکہ اس کو اپنی مخصوص گروہی انانیت کا مسئلہ بنا دیا گیا۔

گیلپ پاکستان کی رپورٹ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مخالف فرقہ میں سماجی رشتوں میں دراڑیں، آج بھی موجود ہیں۔

ہم اکیلے نہیں رہ سکتے!

ہم سب اکیلے نہیں رہ سکتے۔ ہم سب ایک دوُسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ ہر انسان سوچ اور زندگی کے تجربات میں ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ ایک دوسرے سے مختلف ہونا معاشرے کو آگے کی طرف لے کر جائے گا۔ ایک رائے سے معاشرہ آگے نہیں بڑھتا، مختلف آراء کی صورت مکالمہ جنم لیتا ہے اور معاشرہ آگے کی طرف بڑھتا ہے۔ یہاں مسئلہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنی عمریں گزار چکے ہوتے ہیں یا جو طاقت ور ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اب نئی بات کوئی نہ کرے۔

پاکستان کے سماجی مسائل میں جن کو اولیت ہے، اُن میں ایک فرقہ واریت ہے۔ پاکستانی سماج میں فرقہ واریت کو سیاسی لبادہ اُوڑھا کر مقاصد حاصل کیے گئے اور مقاصد کا حصول انسانی جانوں کی مرہونِ منت ٹھہرا۔